Al-Qawārīr - Vol: 04, Issue: 02,
Jan – Mar 2023

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

سماجی استحکام میں خواتین منصف(Judges)کا کردار

عہد نبوی ﷺ کی روشنی میں

The Role of Women Judges in Social Stability: In the Light of the Prophet's Covenant

Hafiz Intizar Ahmad
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Okara, Okara

Version of Record
Received: 10-Jan-23 **Accepted**: 01-Feb-23
Online/Print: 20- Feb -2023

ABSTRACT

Nowadays, the appointment of women judges in Islamic states is being implemented, which is a recommended practice for social stability because it is impossible to create social stability unless women directly participate in the affairs of the judiciary, because it begins One comes from home and a woman gets training in social justice and justice for her children. Domestic problems between women, the woman plays the role of a judge. Karra was an educator as well as an excellent decision maker. People used to take decisions from you. Examples of other mothers of believers are also present in the books. In the same way, considering these examples in the early centuries, the jurists, especially Imam Abu Hanifa, have described the principles, regulations, and scope of the appointment of women judges.

Keywords: *Seerat-e-Taiba(SAW), Women judges, Social Stability*

عصر حاضر میں اسلامی ریاستوں میں خواتین منصف کا تقرر عمل میں لایا جارہاہے جو کہ سماجی استحکام کے لیے ایک مستحسن عمل ہے کیونکہ عدلیہ کے معاملات میں جب تک خواتین براہ راست شریک نہیں ہوں گی سماجی استحکام کا پیدا ہونا ناممکن ہے کیونکہ اس کا آغاز ایک گھر سے ہوتا ہے اور ایک خاتون سماجی عدل وانصاف کی تربیت اپنے بچوں کے درمیان حاصل کرتی ہے خواتین کے آپس میں گھریلو مسائل اس میں خاتون جج کا کردار ادا کرتی ہے اس کی بے شمار مثالیں عہد نبویؐ سے ملتی ہیں جس طرح سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا کردار کہ ایک معلمہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین فیصلہ ساز بھی تھیں۔لوگ آپ سے فیصلے کروایا کرتے تھے۔ دیگر امہات المومنین کی مثالیں بھی کتب میں موجود ہیں۔اسی طرح قرون اولیٰ میں انہی مثالوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام خصوصاامام ابو حنیفہؒ نے خواتین ججز کی تقرری کے اصول قواعد وضوابط، اور دائرہ کار بیان کیاہے۔عائلی مسائل میں تو فقہاءنے سراسر خاتون کاعدلیہ کے شعبہ میں نمایاں کردار بیان کیاہے اور اس کو خصوصی حیثیت دی ہے کہ جس طرح کہ بچوں کے مسائل، نکاح وطلاق، جنسی حراسگی کے مسائل، خواتین کی وراثت کا مسئلہ اس میں ہمارے معاشرے میں اکثر خواتین کو آگاہی حاصل نہیں ہے اس کے لیے باقاعدہ Community out- reach program کے تحت سروے اور انٹرویو کیاجائے اور بتایاجائے گا کہ ان مسائل میں خواتین ججز سماجی استحکام کے لیے کیانمایاں کردار ادا کرسکتی ہیں۔اس کے لیے باقاعدہ عہد نبویؐ اور قرون اولیٰ سے عملی اقدامات اٹھانے اور فریم ورک تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

تحقیق کا بنیادی مسئلہ

اسلامی ممالک میں خواتین کو بطور منصف مقرر کرنا عصر حاضر میں عام ہوگیاہے اور بے شمار ممالک میں خواتین کو عائلی عدالتوں میں جج متعین کیاجارہاہے، بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر انہیں اعلیٰ عدالتوں میں بھی مقرر کیاجارہاہے۔یہ بات بھی بہت سے ممالک میں زور پکڑتی جارہی ہے کہ خواتین کو ملازمتوں میں مردوں کے برابر حصہ دیاجائے۔انسانی حقوق کی عالمی قرارداد میں بھی عورتوں کو ہر اعتبار سے ملازمتوں میں مساوی حقوق دینے کی بات کی گئی ہے۔اور اکثر مسلم ممالک اس قرارداد کو تسلیم کرنے اور اس کی شقوں پر عمل درآمد کرنے کے پابند ہیں۔اس تناظر میں یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے کہ سیرت نبویؐ کی روشنی میں اس بات کا تحقیقی طور پر جائزہ لیاجائے کہ اگر عورتوں کو جج مقرر کیاجائے تو معاشرے میں کس زاویے سے کردار ادا کریں گی؟ان کا دائرہ کار لامحدود ہوگایااس کی کوئی شرائط ہوں گی؟اسلامی تاریخ میں اس کی کیامثالیں موجود ہیں؟اور فقہ اسلامی میں اس حوالے سے کیاراہنمائی فراہم کی گئی ہے؟فقہاء کے ہاں اس مسئلے پر اتفاق پایاجاتاہے یایہ ایک اختلافی اور اجتہادی مسئلہ

ہے ؟ جس کی بنیاد پر موجودہ دور کے حالات کے تناظر میں اس مسئلے کا حل نکالا جائے گا۔ اور اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے یہ قدم کس قدر مستحسن ہو سکتا ہے۔ اس کا تجزیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مزید براں خواتین کے مخصوص مسائل جن کا اس مسئلے سے براہ راست یا بلاواسطہ تعلق بنتا ہے مثلاً عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے، امور دنیاوی انجام دینے، ملازمتیں اختیار کرنے، معاشی اور معاشرتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے غیر محرم مردوں سے معاملات کرنے اور ان جیسے دوسرے فقہی امور کو زیر بحث لایا گیا ہے جن میں خواتین کو مردوں کے مقابلے میں محدود آزادی کی دی گئی ہے۔ مقالہ میں ان فقہی احکام، ان کے شرعی مصادر اور موضوع زیر بحث یعنی عورتوں کی بلاحدود و قیود بطور جج تقرری اور معاشرتی استحکام میں ان کا کردار اجتہادی احکام میں تطبیق پر بحث کی گئی ہے۔

پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت میں ایک خاتون کو حال ہی میں جج مقرر کیا گیا ہے اور اس تقرری کو جس معیار کے مطابق کیا گیا ہے اس میں صرف عمر اور پردے کی شرط موجود ہے اس کے علاوہ خاتون جج کے لیے کسی قسم کی کوئی قدغن عائد نہیں کی گئی۔ جبکہ فقہ اسلامی میں امام ابو حنیفہؒ خاتون جج کا دائرہ کار کافی محدود بیان کرتے ہیں۔ پاکستان میں خواتین کو جج مقرر کرنے کے بعد علماء کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ فقہ حنفی کی رو سے خواتین جج حدود قصاص کے مقدمات کی سماعت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ قرآن وسنت میں کوئی نص عورت کو کسی خاص قسم کے مقدمات سننے سے منع نہیں کرتی لہذا اگر خواتین جج پردے کا خیال رکھے اور اس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو تو وہ ہر قسم کے مقدمات سن کر ان پر فیصلہ صادر کر سکتی ہے۔ لہذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ موجودہ دور میں اس موضوع کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

ضرورت واہمیت

دور جدید میں انسانی حقوق کی عالمی قرارداد کی روشنی میں تقریباً تمام مسلم ممالک میں عورتیں بکثرت منصب قضا پر فائز ہوتی ہیں پاکستان کا عدالتی نظام بھی اس معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں اور اس وقت ایک محتاط اندازے کے مطابق کل پچیس سو قاضیوں میں سے چار سو خواتین بطور جج کام کر رہی ہیں لہذا عورتوں کے منصب قضا پر فائز کیے جانے اور انہیں مکمل اختیار دیے جانے کے بعد اس بات کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے کہ ان تقرریوں کو شریعت اسلامیہ کے وسیع اصولوں کے تناظر میں دیکھا جائے اور اس کے بارے میں شریعت کا نقطہ نظر واضح انداز میں پیش کیا جائے۔ اور سماجی استحکام میں ان کے کردار کو نمایاں کیا جائے۔

اس موضوع پر تحقیق اس لیے بھی بہت ضروری ہے تاکہ خواتین ججز جو یہ منصب ادا کر رہی ہیں انہیں درست رہنمائی مہیا ہو اور وہ اپنے دائرہ کار سے بخوبی واقف ہوں اور اپنے فرائض منصبی بطریق احسن اور پورے وثوق سے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں ادا کر سکیں۔ اور انہیں اس ضمن میں کوئی مضائقہ نہ ہو کہ وہ کوئی بھی کام خلاف شریعت کر رہی ہیں جس سے ان کا ضمیر بھی مطمئن ہو گا اور ان کی اخروی زندگی بھی کامیابی سے ہمکنار ہو گی۔ اس کے علاوہ اس تحقیق کا فائدہ اس ریاستی اداروں کو بھی ہو گا جو ججوں کے تقرر سے متعلق پالیسی بناتے ہیں۔ اگر تو خواتین ججز پر کسی قسم کی حدود کا طلاق ہوتا ہے تو وہ ادارے شروع ہی سے ان حدود کی نشاندہی کر دیں گے اور اگر نہیں تو بھی اس کی پالیسی قوانین شریعت کے تابع ہو گی۔ اسی طرح اعلی عدلیہ کے انتظامی ادارے بھی اس تحقیق سے مستفید ہوں گے اور مستقبل میں خواتین ججز کے مزید اعتبار ہوں گے کہ انہیں شریعت اسلامیہ کی راہنمائی بھی میسر ہے۔ سب سے بڑھ کر اس تحقیق کا فائدہ ہماری مجلس شوری یعنی قانون ساز اداروں کو ہو گا جو ایسی قانون سازی کر سکیں گے جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ اسلامی نظریاتی کونسل جس کا مقصد پاکستان کے قانون ساز اداروں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قانون سازی کے لیے مدد فراہم کرنا اور موجودہ قوانین کا اس انداز سے جائزہ لینا کہ کہیں کوئی قانون خلاف شریعت تو نہیں اور اگر ہے تو اسے کس طرح اسلامی تعلیمات کے تابع کیا جا سکتا ہے۔ اس کونسل کے لیے بھی یہ مقالہ انتہائی مفید ثابت ہو گا کہ عورتوں کو بطور جج تقرری کے حوالے سے جب وہ پارلیمنٹ کو اپنی رائے دینے کے لیے غور و فکر کر رہی ہو گی۔

خواتین کا بطور جج تقرر؛ فقہاء کی آراء

اسلام کی تاریخ چودہ سو سال پرانی ہے جو آج بھی اہل ایمان کی اس طرح راہنمائی کرتی ہے جیسے اسلام کے آغاز میں اس نے جہالت کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کیا۔ قضاء کی تاریخ کا جائزہ لیں تو عہد جاہلیت میں بھی رسول اللہ ﷺ قضاء کی ذمہ داری نبھاتے نظر آتے ہیں، آپ ﷺ بہترین حکمت، عقل کامل اور صاحب الرائے جیسی صفات سے مالا مال ہونے کے ساتھ ساتھ انبیاء کرامؑ والی امتیازی خصوصیات کے حامل انسان بھی تھے۔ رسالت کے عہدے کی ذرمہ داریوں میں سے سب سے بڑی ذمہ داری عدل و انصاف کا قائم کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں عدل و انصاف کے نفاذ کی تربیت قرآنی وحی کے ذریعے ہوتی رہی جس میں نہ صرف صحابہ کرامؓ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت، ازواج مطہرات اور دیگر صحابیاتؓ بھی شامل ہیں۔ اسی تربیت کے زیر اثر رسول اللہ ﷺ کا وہ گھرانہ جو مسجد نبویؐ سے براہ راست منسلک تھا اور تعلیمات نبویؐ نسل کی

آغوش میں شب و روز گزار رہا تھا وہ حضرت عائشہؓ کا حجرہ مبارک تھا، جہاں دن رات وحی کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔ آغوش نبویؐ میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کر کے حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں علم و فضل کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے جس طرح صحابہؓ و صحابیاتؓ کی تعلیم و تدریس کا منصب احسن انداز میں ادا کیا اس کے ساتھ ساتھ منصب افتاء پر فائز ہوئیں اور یہی منصب قضاء کی اہمیت کی ایک اہم شرط گردانا جاتا ہے۔

اللہ رب العزت اپنی کتاب میں اہل ایمان کی صفت علم کو قرار دیتے ہیں اور یہ صفت مرد و عورت دونوں کو شامل کرتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اور دیگر صحابیاتؓ ہیں۔ حضرت عائشہؓ ازواج مطہراتؓ میں علم و فضل کے لحاظ سے سب سے ممتاز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اپنے والد حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت ہی میں مرجعیت عام اور منصب افتاء حاصل کر لیا تھا حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد آخری زندگی تک برابر فتویٰ دیتی رہیں۔ اکابر صحابہؓ آپ کے علم و فضل کے معترف تھے اور مسائل میں آپ سے استفسار کرتے تھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، صحابہ کرامؓ کو جب بھی کوئی مشکل سوال پیش آتا تو اس کو حضرت عائشہؓ ہی حل کرتی تھیں۔ تفسیر، حدیث، اسرار شریعت، خطابت، ادب و انساب میں آپ کو کمال حاصل تھا۔[1]

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ایک خطبہ میں حضرت عائشہؓ کی علمی فضیات بیان کرتے ہوئے فرمایا

> جو شخص میراث کے مسائل دریافت کرنا چاہے وہ زید بن ثابت کے پاس لائے اور جو فقہ پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے باقی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس۔ کچھ شک نہیں کہ آپ کو علم فرائض اور حلال و حرام کے مسائل میں تقدم حاصل تھا۔ ان سے سیکھنے اور پڑھنے والوں کا یہ حال تھا کہ وہ گویا ان کے اقوال کے ادھر ادھر ہو جانے کے قریب بھی نہیں ہیں۔ ان سے فقہ حاصل کرنے والے ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ اور ان کے بھانجے حضرت اسماءؓ کے بیٹے عروہ بن زبیرؒ ہیں۔ عروہ بن زبیرؒ کا بیان ہے میں نے تو حضرت عائشہؓ کی مجلس سے زیادہ بہتر فیصلوں کے علم کی، میراث کے علم کی اور طب کے علم کی کوئی اور مجلس نہیں پائی۔[2]

حضرت ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں ہم اصحاب محمد ﷺ پر جو مسئلہ الجھ جاتا ہم اس کا علم حضرت عائشہؓ کے پاس ضرور پاتے۔ سلیمان ندوی اپنی کتاب سیرت عائشہؓ میں رقمطراز ہیں کہ جن مسائل میں صحابہؓ میں اختلاف پیش آتا لوگ فیصلہ کے لئے حضرت عائشہؓ کی عدالت میں رجوع کرتے۔[3]

یہاں حضرت عائشہ کی مجلس سے سے بہتر فیصلوں کے علم کی مجلس اور دوسری جگہ فیصلے کے لئے حضرت عائشہؓ کی عدالت کی طرف صحابہؓ کا رجوع کرنا بہت اہمیت کا حامل ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ اپنے اختلافات خواہ علمی معاملہ میں ہوں فقہ سے متعلق ہوں یا اجتہادی فیصلہ مقصود ہو ان کی نیت اور ارادہ حضرت عائشہؓ کے آخری فیصلہ کا منتظر ہونا تھا گویا حضرت عائشہؓ کی عدالت نہ صرف عام عدالت کا درجہ رکھتی تھی بلکہ بڑے بڑے صحابہؓ کے مابین اختلافات یا فیصلوں سے اوپر عدالت عالیہ کا درجہ بھی رکھتی تھی۔ حضرت عائشہؓ کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عورت نہ صرف معلمہ بلکہ فقیہہ اور قاضیہ بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ[4]

"اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

مندرجہ بالا آیت کسی خاص جنس کو مخاطب کر کے عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم نہیں دے رہی بلکہ مرد و عورت سب مخاطب ہیں کیونکہ مرد و عورت دونوں ہی اس دنیا کے نظام کی تکمیل کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں عقل و فہم کے اعتبار سے حضرت ام سلمہؓ سب سے ممتاز تھیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جو مشورہ دیا وہ عورتوں کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔[5]

علامہ ابن قیم کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے فتاوی سے ایک چھوٹا رسالہ تیار کیا جا سکتا ہے۔[6]

مندرجہ بالا مثالوں کی روشنی میں یہ بات کہنا حق بجانب ہو گا کہ عورتیں علم و فہم اور کارت، دور اندیشی، معاملہ فہمی اور قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہیں۔ قضاء کے لئے فقہائے کرام نے جو اصول مرتب کئے ہیں ان میں سب سے اہم شرط قاضی کے لئے قرآن و سنت کا علم رکھنا اور اس کی روشنی میں درپیش مسئلہ میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت ہونا شامل ہے۔ لہذا جب خواتین ان شرائط پر پورا اترتی ہیں تو وہ قاضیہ بننے کی بھی اہل ہیں۔

اسی موقع پر ابن جریر طبری کی اجتہادی رائے نقل کرنا مناسب ہو گا، ابن رشد اپنی کتاب بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد میں ان کی رائے نقل کی ہے:

"قاضی کے لئے مرد ہونا شرط نہیں اس لئے کہ جب عورت مفتی ہو سکتی ہے تو قاضی بھی ہو سکتی ہے۔"[7]

حضرت عمرؓ کے دور خلافت پر نظر ڈالی جائے تو شفاء بنت عبد اللہ العدویہ مدینہ کے بازار میں احتساب کی ذمہ داری نبھاتی نظر آتی ہیں اور احتساب قضاء ہی کا ایک شعبہ ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں سمراءؓ بنت نہیک الاسدیہ نامی ایک خاتون فریضہ احتساب انجام دیتی تھی۔ وہ بازار میں اپنی چھڑی کے ساتھ پھرتی تھیں اور لوگوں کو کاروبار میں ہیرا پھیری کرنے سے منع کرتی تھیں۔ جو شخص بھی بازار میں دھوکہ دہی کرتا، یا ناپ تول میں کمی کرتا ہوا پایا جاتا اسے موقع پر اپنی چڑی سے مزا دیتی تھیں۔ اس منصب کو شریعت میں قضاء الحسبہ کہتے ہیں۔[8]

حضرت شفاءؓ کو بارگاہ نبویؐ میں جو تقرب حاصل تھا اس کی بنا پر تمام صحابہ کرامؓ ان کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کی یہ کیفیت تھی کہ جب دور منصب خلافت پر فائز ہوئے تو بعض اوقات اہم مسائل میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ان کی رائے کی بہت تعریف کرتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن سعد کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو حضرت شفاؓ کی فضیلت اور رائے کا بڑا پاس تھا اور وہ ان کو بازار کا اہتمام سپرد کرتے تھے۔[9]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شفاءؓ صاحب الرائے ہونے کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیتوں کی بھی مالک تھیں۔ اگر غور کیا جائے تو قضاء کا عہدہ ملک میں انتظام و انصرام کو انصاف کے مطابق ڈھالنے ہی کی ذمہ داری انجام دیتا ہے۔ لہذا اگر عورتوں کو انتظامی امور کی ذمہ داری سونپی جاسکتی ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے انہیں قضاء کی ذمہ داری بھی دی جاسکتی ہے۔ اور بعض اوقات یہ زیادہ مناسب ہوتا ہے کہ عورت کو ہی ایسے منصب پر فائز کیا جائے جہاں عورتوں کے مقدمات اور مسائل پیش کیے جاتے ہیں تاکہ وہ بآسانی اپنا مقدمہ پیش کر سکیں اور اس کا دفاع کر سکیں۔

مندرجہ بالا تاریخی امثلہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عقل و سمجھداری صرف مردوں ہی کی متاع کل نہیں ہے بلکہ تاریخ اور کتاب اللہ میں وہ دلائل بکھرے پڑے ہیں جو عورتوں کی فہم و فراست کا نہ صرف اعتراف ہے بلکہ اللہ رب العزت بذات خود اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ قضاء کی اہلیت میں فہم و فراست کو بہت دخل حاصل ہے۔

فقہاء کرام کی آراء

شافعی فقہاء قضاء کے لیے مرد ہونے کو بھی شرط قرار دیتے ہیں اور اس شرط کے عائد کرنے کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو بناتے ہیں:"لن يفلح قو م ولّوا أمرهم امرأة۔" "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو اپنے معاملات ایک عورت کے سپرد کرے"۔[10] ابن جریر طبریؒ سے یہ نقل ہے کہ قاضی کے لئے مرد ہونا شرط نہیں اس لئے کہ جب عورت مفتی ہو سکتی ہے تو قاضی بھی ہو سکتی ہے۔[11] امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ حدود کے علاوہ دوسرے تمام معاملات میں عورت قاضی بن سکتی ہے۔[12] حنبلی فقہاء بھی عورت کو عہدہ قضاء دینے کے حق میں نہیں۔ان فقہائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ قاضی کی عدالت میں مرد اور مقدمہ کے فریق سبھی آتے ہیں۔ اور ان سے نپٹنے کے لئے بڑی پختہ رائے،کامل عقل اور ذکاوت کی ضرورت ہے جبکہ عور تیں کم عقل اور خام رائے والی ہوتی ہیں، وہ مردوں کی محفلوں میں نہیں آجا سکتیں عورت کی گواہی بھی چاہے وہ ایک ہزار عورتیں ہوں کسی مرد کی موجودگی کے بغیر قابل قبول نہیں۔[13]

عورتوں کی قضاء کے عدم جواز میں مندرجہ بالا بیان کردہ وجوہات پر نہ صرف حنبلی بلکہ شافعی اور مالکی فقہاء کا بھی اتفاق ہے جبکہ علامہ عینی اپنی کتاب البنایہ شرح الھدایہ میں اس بات کارد کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ عورتوں کی شہادت چونکہ جائز ہے اس لئے اہل الشہادت ہیں اور شہادت اور قضاء ان دونوں میں سے ہر ایک کا تعلق باب ولایت سے ہے لہذا عورتیں قاضی بننے کی اہل ہیں۔[14]

دورجدید میں خواتین ججز کے تقرر کی ضرورت

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، جو اسلام ہی کے اصولوں کی سربلندی کے لئے حاصل کیا گیا ہے اور اسلام اتنا مکمل دین ہے جو عدل وانصاف ے حصول کے ایسے قوانین وضوابط فراہم کرتا ہے کہ اس جیسا ضابطہ حیات کسی اور دین یا مذہب میں موجود نہیں۔ عدل وانصاف کی ضد ظلم و بے انصافی ہے جبکہ اللہ رب العزت وہ بر حق ذات ہے جس نے اپنے بندوں کو اگر انصاف کرنے کا حکم دیا ہے تو اپنی کتاب ہدایت میں صاف کلمات کے ساتھ اپنی صفت انصاف پہلے بیان کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا .[15]

"اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔"

اب یہ واضح ہو گیا کہ اللہ رب العزت نہ صرف خود انصاف کرنے والا ہے بلکہ عباد الرحمن سے بھی انصاف کرنے اور انصاف پر قائم رہنے کی ہدایت کرتا ہے، تولازمی ٹھہرا کہ ملک میں عدل و انصاف فراہم کیا جائے۔ عدل و انصاف کی سب سے پہلی ذمہ داری اللہ رب العزت نے اپنے انبیائے کرام پر عائد کی ہے اس کے بعد انبیاء کے ورثایعنی علماء اور اولو الامر کو یہ فرض سونپا گیا کہ اپنی ریاست میں عدل قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ لہذا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ[16]

"اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

اسلام نے واضح انداز میں عدل و انصاف کی ذمہ داری معاشرے کے ہر فرد پر عائد کی ہے۔ آغاز اسلام میں منصب قضاء پر مرد حضرات فائز ہوتے رہے اور تنازعات کا تصفیہ قرآن وسنت کے احکامات اور ان کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے کرتے رہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاستوں میں اضافہ ہوتا گیا آبادی بڑھتی گئی اور عورتوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا، بڑھتی ہوئی تعداد کے ساتھ ساتھ لوگوں کے مابین سیاسی، معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور قانونی مسائل میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ لہذا ان مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے عورتوں کی بڑی تعداد مردوں کے ساتھ عملی میدان میں سرگرم عمل ہوئی کیونکہ عورت روز اول سے مرد کے پہلو بہ پہلو احکام الٰہی کی مخاطبہ ہے۔

عورت ذمہ داریاں احسن طریقے سے انجام دینے کے لئے تعلیم و تربیت کا حق رکھتی ہے۔ احادیث مبارکہ روایت کرنے میں عورتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اجتماعی عبادات میں عورتوں کی شرکت، عام تقریبات میں عورت کی شرکت، مختلف معاشرتی سرگرمیوں کے ذریعے معاشرے کے وجود کے تحفظ اور معاشرتی اقدار کی درستگی میں عورت اپنا کردار ادا کرتی رہی ہے۔ پیدائشی ساخت کے مناسب سرگرمیوں کے ذریعے فوجی خدمات کی فراہمی میں عورت حصہ لیتی رہی ہے، خاندانی ذمہ داریوں کے ساتھ محنت مزدوری کے میدان میں عورت نے مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ خاندان میں عورت کا مرتبہ و مقام ہے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے عورت کا احترام لازمی امر قرار دیا گیا۔ اسلام عورت سے حسن سلوک کی ترغیب دیتا ہے۔ شرعی آداب کی حدود میں رہتے ہوئے عورت کے نام، اوصاف اور اس کے متعلق واقعات کا تذکرہ کرنے کا جواز موجود ہے۔

نبی اکرم ﷺ جس معاشرے میں مبعوث ہوئے وہ قطعا مردوں کی حکمرانی کا معاشرہ تھا۔ عورتوں کو اس وقت بہت سے حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا اس معاشرے میں اسے قانونی، سیاسی، معاشی اور سماجی حقوق سرے سے حاصل نہ تھے اور اگر کہیں تھے

تو بہت محدود۔ عورتوں کے سوال پر اگر کوئی گفتگو ہوئی بھی تو مردوں کے نقطہ نظر سے اور عورتوں کی نمائندگی ہوئی بھی تو ان کی مشاورت کے بغیر۔ مختلف حقوق و معاملات کے بارے میں عورتوں کے احساسات سے آگاہی نہ ہونے کے برابر تھی۔ تاریخ عالم میں آزادی نسواں کا آغاز عہد رسالت سے ہوا جس میں عورتوں سے ان کے حقوق و معاملات کے بارے میں مشاورت بھی کی گئی اور خود عورتوں نے بھی بہت سے معاملات میں اپنے احساسات رسول اللہ ﷺ تک پہنچائے۔ اسلام کی نگاہ میں مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کی شخصیت کی تکمیل کرتے ہیں۔ عہد رسالت میں خواتین اجتماعی شعبہ ہائے زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ رہی ہیں اور مردوں سے ان کا ملنا جلنا معمول رہا ہے۔ چنانچہ تمام عمومی و خصوصی مواقع پر اس طرز عمل کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ مومن مردوں اور مومن خواتین کے لئے آسانی پیدا کرنے اور ایک متحرک تحقیق زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایسا ضروری بھی تھا۔

چند عمدہ آداب واحکام، جو خواتین کے تحفظ کے ضامن تو ہیں لیکن اس کو عضو معطل نہیں بناتے، کے علاوہ مزید قیود اور پابندیوں کے ذریعے شانہ بشانہ شراکت داری کو مقید نہیں کیا گیا۔ اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے حکومت پاکستان میں خواتین کو زندگی کے ہر شعبہ میں مساوی نمائندگی کی ضمانت دی گئی اور اسی ضابطہ کی بنیاد پر اسلامی اصولوں کے عین مطابق عورتوں کو قضاء کے عہدے پر فائز کیا گیا تا کہ وہ مساوات کی بنیاد پر ملک میں عدل و انصاف فراہم کرنے کی اہم ذمہ داری میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آج کا جدید دور جو نہ صرف مردوں کو تعلیم حاصل کرنے کے مکمل مواقع فراہم کرتا ہے کہ انہی بنیادوں پر عورتوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کے تمام مواقع میسر ہیں۔ زندگی کے ہر میدان میں تعلیم نے بہت فروغ پالیا ہے اور خاص طور پر سائنس کی ترقی نے ہر میدان میں انسان کے لئے سہولیات فراہم کر دی ہیں۔ تعلیمی اداروں میں مرد اور عورتوں کی سہولت کے پیش نظر نہ صرف تعلیمی ادارے موجود ہیں بلکہ مخلوط تعلیم کا رواج بھی کافی حد تک فروغ پا چکا ہے۔ تعلیم ہی وہ واحد ہتھیار ہے جو انسان کو اس کے مقاصد کے حصول تک پہنچاتی ہے اور یہی قرآن کا بھی پہلا سبق ہے۔

عدل وانصاف کی فراہمی کو آسان تر بنانے کے لئے مسلم ائمہ نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے ہمیں آج کی عدلیہ کو تاریخ کی عدلیہ سے اس پیرائے میں ضرور موازنہ کرنا ہوگا کہ عہد رسالت ؐ میں تو قرآن کا نزول ہو رہا تھا اور قرآن مجید تمام لوگوں کے پاس تحریری شکل میں موجود نہ تھا۔ اسی طرح احادیث مبارکہ بھی مکمل طور پر ضبط تحریر میں موجود نہ تھیں بلکہ بہت بڑا خزانہ ابھی صحابہ کرام ؓ اور صحابیات ؓ کے مضبوط حافظوں میں موجود تھیں اس لئے مردوں ہی کو معاملات کا تصفیہ کروانے کی ذمہ داری

سونپی جاتی۔ اس کے علاوہ جو کسی علاقہ کا گورنر بنا کر بھیجا جاتا وہی قضاء کی ذمہ داری بھی ادا کرتا، قضاء کے لئے کوئی الگ سے ادارہ موجود نہ تھا۔ حضرت عمرؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کیا۔

آج کے جدید دور پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اب علم کی ترقی کا دور ہے ہر طرح کے مقدمات کا تصفیہ کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں قوانین بنا کر ضابطہ تحریر میں لائے جا چکے ہیں اس کے علاوہ احادیث مبارکہ بھی مکمل طور پر محدثین کی کاوشوں سے تحریری شکل میں موجود ہیں۔ علمائے کرام کے فتاوی ضخیم کتابوں میں محفوظ کئے جا چکے ہیں۔ عدلیہ میں روز بروز ہونے والے فیصلوں کی نظائر بھی تحریری صورت میں جمع کی جاتی ہیں اور مختلف جرنلز میں مسلسل شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ تمام ممالک میں بشمول پاکستان لاء کالجز کا قیام عرصہ دراز سے عمل میں آچکا ہے۔ لہذا جو بھی طالب علم خواہ مرد ہو یا عورت ان تعلیمی اداروں سے تین سال کی مسلسل محنت سے کامیابی کی سند لیتا ہے اور اس کے بعد عدالتوں میں بطور وکیل کے پیش ہوتا ہے، تاکہ وہ عملی طور پر سمجھ سکے کہ کن مقدمات میں کن قوانین کا اطلاق ہونا ہے۔ اس کے علاوہ قاضی کے عہدہ پر تقرری کے لئے مقابلے کا امتحان پاس کرنے کے بعد قابل اور ذہین مرد و خواتین کا تقرر کیا جاتا ہے۔ اس تقرری کے بعد ان کی مزید تربیت کے لئے انہیں عدلیہ کے تربیتی اداروں میں بھیج دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس عہدہ کی نزاکت کو بھی جان سکیں اور بہتر انداز میں اختلافات کے تصفیے کر سکیں اور ظلم اور ناانصافی کا خاتمہ کر سکیں۔

سماجی استحکام کے لیے خواتین منصف کا کردار

جسٹس ہیلپ لائن اور آرٹس کونسل کراچی کے تحت پہلی ویمن لاء کانفرنس کا انعقاد' سندھ ہائی کورٹ کے ججز' بار عہدیداران' خواتین ججز اور وکالت و دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والی خواتین وطالبات کی بھرپور شرکت۔ مقررین نے خواتین کو پیشہ وارانہ زندگی میں امپاورمنٹ اور محفوظ ماحول فراہم کرنے کیلئے خواتین کو قانون کی تعلیم حاصل کرنا لازماً قرار دیا۔ جسٹس ہیلپ لائن اور آرٹس کونسل کے تحت پہلی ویمن لاء کانفرنس آرٹس کونسل آڈیٹوریم میں ہوئی' مہمان خصوصی سندھ ہائیکورٹ کے سینئر جج جسٹس عقیل احمد عباسی تھے جبکہ صدارت چیئرپرسن انسانی حقوق کمیشن جسٹس (ر) ماجدہ رضوی نے کی۔ تقریب میں جسٹس اشرف جہاں' جسٹس کوثر سلطانہ' سرپرست جسٹس ہیلپ لائن آتم پرکاش، صدر ندیم شیخ ایڈووکیٹ، چیئرمین آرگنائزنگ کمیٹی وسابق صدر سندھ ہائی کورٹ کے بار ایسوسی ایشن شہاب سرکی' سینیٹر حسیب خان' سابق صدر کراچی بار ایسوسی ایشن نعیم قریشی

اور دیگر بھی شریک تھے۔ تقریب کے مہمان خصوصی سندھ ہائی کورٹ کے سینئر جج جسٹس عقیل احمد عباسی نے کہا کہ عورت ایک مکمل شخصیت ہے اس کو اسلام نے بھی بہت اعلیٰ مقام دیا ہے٬عورت معاشی ترقی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ صدر آرٹس کونسل احمد شاہ نے منتظمین کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے اعلان کیا کہ آرٹس کونسل خواتین کی ایک کانفرنس منعقد کرے گی جس میں اپنی تمام لیجنڈ اور مختلف پیشوں میں اپنا نام کمانے والی خواتین کو سراہا جائے گا۔ سرپرست جسٹس ہیلپ لائن آتم پرکاش نے کہا کہ تقریب کا مقصد خواتین کے حقوق کو فروغ دینا ہے۔

صدر جسٹس ہیلپ ندیم شیخ ایڈووکیٹ نے کہا کہ ملکی تعمیر و ترقی میں خواتین کا کردار قابل ستائش ہے۔ اس موقع پر شہید ذوالفقار علی بھٹو یونیورسٹی آف لاء کے وائس چانسلر جسٹس (ر) قاضی خالد، ڈاکٹر رحیم اعوان، ریحان ملک، حیدر امام رضوی، اورنگزیب خان اور شہاب سرکی نے بھی خطاب کیا۔ اس موقع پر مقررین نے کہا کہ معاشرے میں کافی جگہوں پر خواتین کو کافی مسائل اور امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[17]

پاکستان میں خواتین ججز کی عہدہ قضاء پر تعیناتی

مندرجہ بالا معیار (standard) کی روشنی میں اگر عصر حاضر کی مسلم و غیر مسلم ممالک کی عدلیہ کا جائزہ لیا جائے تو دنیا کے بہت سے ممالک میں خواتین جو کام کرتی نظر آتی ہیں۔ اس ضمن میں ہم سب سے پہلے پاکستان ہی کی عدلیہ میں عورتوں کی تعیناتی پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ انسان کی عدلیہ کی تاریخ میں خواتین ججز نے کب سے عملی طور پر حصہ لینا شروع کیا۔ خواتین کی قضاء کے عہدے پر تعیناتی کا آغاز اگرچہ 1974ء سے عمل میں آیا جب خالدہ راشد خان کو پشاور میں سول جج کے عہدے پر فائز کیا گیا پھر 1981ء میں اینٹی کرپشن جج کے طور پر فرائض انجام دینے لگیں۔ اس کے بعد 1994ء میں صوبہ کی عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) میں ترقی ہوئی اور پر 2003ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں مستقل جج کے طور پر تعینات ہو گئیں لیکن تاحال پاکستان کی عدالت عالیہ (سپریم کورٹ آف پاکستان) میں ایک بھی خاتون جج کو تعینات نہیں کیا گیا۔ تاہم اس میدان میں ایک اہم قدم کا آغاز اس وقت ہوا جب 2009ء میں عائلی عدالتوں میں ایک تہائی سے زیادہ نمائندگی دیتے ہوئے عورتوں کا بطور جج تقرر عمل میں آیا۔ اس تعیناتی کا جائزہ لیں تو 2110ء سے 2015ء کے دوران تین اعشاریہ دو فی صد کے حساب سے اس میں اضافہ ہوا۔[18]

پاکستان میں خواتین کا عدالتی نظام میں موثر کردار (آراء کا جائزہ)

خواتین کا معاشرے کی کردار سازی میں انتہائی اہم کردار ہوتا ہے، خواتین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا حکومت سمیت ہم سب کی ذمے داری ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جسٹس اینڈ لا کمیشن کے تعاون سے جسٹس ہیلپ لائن کے زیر اہتمام سیکنڈ ویمن لا 2019ء کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ تقریب میں سندھ ہائیکورٹ کے ججز، خواتین ججز، وکلاء، سول سوسائٹی کے ارکان اور قانون کے طالبعلموں نے شرکت کی۔ تقریب سے جسٹس سلطانہ حسین، جسٹس (ر) مجیدہ رضوی، سیکرٹری لا اینڈ جسٹس کمیشن ڈاکٹر رحیم اعوان، سابق وزیر قانون بیرسٹر شاہدہ جمیل، جسٹس (ر) قاضی خالد علی اور پروفیسر شائستہ سمیت قانون دانوں اور پروفیسر ز نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ معاشرے کی فلاح اور جمہوری ترقی کے لیے خواتین کا کردار مرکزی ہوتا ہے، اس لیے خواتین کی صحیح تعلیم و تربیت کر کے انہیں بااختیار بنانا ضروری ہے۔ مقررین نے مزید کہا کہ خواتین کی کردار سازی اور معاشرے میں ان کے کلیدی کردار کے بارے میں متعلقہ قوانین کی ترویج واشاعت بھی ضروری ہے تاکہ وہ معاشرے کو انتہا پسندی، تعصب اور دہشت گردی سے نجات دلانے کے قابل ہوسکیں۔ پاکستان میں خواتین کو تمام شعبہ جات سمیت عدالتی نظام میں بھی مؤثر نمائندگی مل رہی ہے۔ خواتین کے کردار کے بارے میں دوسری کانفرنس دختران پاکستان ایجنڈے کے تحت لاہور کے مقامی ہوٹل میں عورت مضبوط تو قوم مضبوط کے عنوان سے ہوئی۔ اس کانفرنس میں امیر جماعت اسلامی سینیٹر سراج الحق، پنجاب کی صوبائی وزیر برائے بہبود خواتین ڈاکٹر آشفہ ریاض فتیانہ، ڈاکٹر سمیعہ راحیل قاضی، سہیل شفقت، ڈاکٹر ارشد، ڈاکٹر ریاض، ڈاکٹر صباحت جاوید و دیگر نے اپنے خطاب میں کہا کہ عورت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے اصلاحی کردار ادا کرسکتی ہے۔

متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ خلیفہ بن زاید النہیان اماراتی تاریخ میں پہلی مرتبہ دو خواتین کو وفاقی عدالت میں جج تعینات کر دیا۔ ابوظبی کے حاکم شیخ خلیفہ بن زاید النہیان نے 2019 کا 27 واں وفاقی حکم نامہ جاری کرتے ہوئے دو خاتون قانون دان خدیجہ اور سلامہ راشد کو وفاقی عدالت میں جج لگا دیا۔ اماراتی خبر رساں ادارے کا کہنا ہے کہ جج خدیجہ خامس خلیفہ الملالاس اور سلامہ راشد الکتبی متحدہ عرب امارات کی پہلی خواتین ہیں جنہیں وفاقی عدالت میں جج کے فرائض سونپے گئے ہیں۔

سندھ ہائی کورٹ کی جسٹس سلطانہ حسین نے کہا ہے کہ کسی بھی جمہوری معاشرے میں ملت سازی کے لیے خواتین کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔اس لیے خواتین کی بہتر تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا ریاست سمیت تمام سماجی اداروں کی ذمہ دارے تاکہ خواتین سیاسی اور معاشی شعبوں میں اپنا سرگرم کردار ادا کرسکیں اور جمہوریت بھی پروان چڑھ سکے۔انہوں نے ان خیالات کا اظہار جسٹس اینڈ لاء کمیشن،دختران پاکستان ،صوبائی محکمہ قانون کے تعاون سے جسٹس ہیلپ لائن کے زیر اہتمام منعقدہ دوسری ویمن لاء کانفرنس سے بحیثیت مہمان خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا۔ تقریب عالمی یوم خواتین کی مناسبت سے منعقدہ کی گئی تھی۔ تقریب میں سندھ ہائی کورٹ وڈسٹرکٹ ججز،پراسیکیوٹیرز ،نیئر ولاء ،سول سوسائٹی کے ممبران اور لاء اسٹوڈنٹس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے پہلی خاتون جج وسندھ ہیومن رائٹس کمیشن کی سربراہ جسٹس (ر) ماجدہ رضوی، سابق وزیر قانون بیرسٹر شاہدہ جمیل ،جسٹس (ر) رخسانہ ،پروفیسر شائستہ سرکی،مہتاب اکبر راشدی نے کہا کہ کسی بھی معاشرے کی فلاح وجمہوری ترقی کے لیے خواتین کا کردار مرکزی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس لیے خواتین کی صحیح تعلیم وتربیت کے لیے انہیں معاشرے میں بااختیار بنانا اشد ضروری ہوتا ہے۔

پرامن اور خوشحالی معاشرے کی تشکیل کے لیے خواتین کو عزت واحترام کے ساتھ ان کا کردار ادا کرنے کا موقع دینا چاہیے کیونکہ خواتین کی عملی شمولیت کے بغیر صحت مند بہتر تعلیم یافتہ اور پرامن وخوشحال معاشرہ تشکیل نہیں پاسکتا۔مقررین نے کہا کہ سول سوسائٹی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مثبت اور پرامن معاشرہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے خواتین کو ان کا فعال کردار ادا کرنے کے مواقع فراہم کرے۔ خواتین کی کردار سازی اور معاشرے میں ان کا کلیدی کردار کے بارے میں متعلقہ قوانین کی ترویج واشاعت بھی ضروری ہے تاکہ خواتین کو قومی دھارے میں لانے کے لیے انہیں مزید بااختیار بنایا جاسکے۔ وفاقی سیکریٹری لاءاینڈ جسٹس کمیشن ڈاکٹر رحیم اعوان نے خواتین کے قوانین، قانون سازی اور کمیشن کی سفارشات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی انہوں نے کہاکہ خواتین کو ان کے حقوق آگاہی،گھریلو تشدد کا خاتمہ اور دیگر مسائل کو حل کرنے کے لیے قانون سازی کی گئی ہے۔ جسٹس بنرجی نے سٹیزنس رائٹس ٹرسٹ کے ذریعے منعقد ورکشاپ میں کہا کہ خواتین کو ہر میدان میں اہل ہونا چاہیے اور وہ بار بار یہ ثابت کرچکی ہیں۔انہوں نے کہا، اگر آپ مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہوں گی کہ خواتین کو ریزرویشن دینے سے ان کی صلاحیتوں کی اندیکھی ہوتی ہے۔'بنرجی نے کہا کہ موجودہ ریزرویشن سسٹم، جس کو وہ توہین آمیز مانتی ہیں، کی وجہ سے ان کو خود کئی بار طرح طرح کے تبصروں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

سپریم کورٹ کی جسٹس نے کہا، جب کلکتہ ہائی کورٹ میں میری بطور جج تقرری ہوئی، تب ساڑھے چار سال تک میں اکیلی خاتون جج تھی اور میرے ساتھ کام کرنے والے مرد ججوں کا ماننا تھا کہ مجھے یہ عہدہ محض خاتون ہونے کے ناطے ملا ہے۔ مجھے برابر کی تنخواہ چاہیے تھی اور زیادہ سے زیادہ فیصلے دئے تھے، میں نے ان تمام معیارات کو پورا کیا تھا۔ مجھے نہیں لگتا کہ محض خاتون ہونے کے ناطے مجھ کو سپریم کورٹ میں بطور جج تقرر کیا گیا۔ اسی موقع پر دہلی ہائی کورٹ کی جسٹس پرتیبھا ایم سنگھ نے کہا کہ خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لئے قانون بنانے کے بجائے سوچ میں تبدیلی ضروری ہے۔ خاتون وکیلوں کو پیش آنے والے چیلنج کے بارے میں بات کرتے ہوئے جسٹس سنگھ نے کہا کہ خواتین کا اس پیشے میں ہونا غلط سمجھتے ہیں، پھر بھی بڑی تعداد میں خواتین اس میدان میں آ رہی ہیں۔ سنگھ نے خاتون وکیلوں کو کہا، خواتین کے لئے یہ پیشہ بے حد چیلنج بھرا ہے۔ ایک خاتون ہونے کے ناطے وکیل ہونا مشکل ہے، ماں ہونے کے ساتھ وکیل ہونا بھی مشکل ہے، بیوی ہونے کے ساتھ وکیل ہونا بھی مشکل ہے۔ حالانکہ بہت لوگ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شادی کے بعد وہ اپنی بیٹی کی نوکری وکالت سے بدل کر کچھ اور کر دیں گے، لیکن پھر بھی بڑی تعداد میں خواتین اس پیشے سے جڑ رہی ہیں۔ کہا کہ ضلع عدالتوں کی بات کریں یا دہلی جیسی ریاست میں عدالتوں میں50 فیصد تعداد خواتین کی ہے اور یہ تبدیلی یوں ہی نہیں ہے بلکہ لوگوں کی ذہنیت بدل رہی ہے۔ یہ تبدیلی سماج میں اپنے آپ آنی چاہیے صرف لڑ کر قانون بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ سنگھ کہتی ہے کہ قانون میں دئے گئے اہتمام اچھے ہیں، لیکن کبھی کبھی میٹرنٹی سہولت کی وجہ سے کئی کمپنیاں خواتین کو نوکری نہیں دیتیں۔ انہوں نے کہا، میٹرنٹی سہولت کی وجہ سے کئی بار یہ پایا جاتا ہے کہ برابر کی خاتون اور مرد میں اگر کمپنی کو چننا ہوتا ہے، تو وہ مرد کو چنتے ہیں۔ اسی لئے کئی ممالک میں میٹرنٹی سہولت کم رکھی گئی ہے، تاکہ خواتین کی نمائندگی کو یقینی بنایا جا سکے۔' سینئر وکیل وجے ہنسار یہ کا ماننا ہے کہ خواتین کے اندر زیادہ شفقت، فکر اور خیال رکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ملک کی قیادت کر سکتی ہیں۔[19]

انہوں نے کہا، اگر ہم کسی ایک خاتون کی مدد کرتے ہیں، جو جنسی عدم مساوات سے متاثر ہے، تو ہم ملک کی خدمت کر رہے ہیں۔ خواتین کمزور نہیں ہیں اور اس بحث کو جلد ختم کرنا چاہیے۔' جسٹس بنرجی کہتی ہے کہ خواتین میں ملک کی قیادت کرنے کی قابلیت ہے، لیکن دنیا کی 50 فیصد آبادی ہونے کے باوجود وہ کم پڑھی- لکھی، اقتصادی طور پر کمزور، خود اعتمادی کی کمی، گھریلو تشدد سے متاثر اور کام کی جگہ پر جنسی استحصال کی شکار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خواتین کو اچھی حالت میں لانے کے لئے ان کو

اچھی تعلیم دینی ہو گی اور ان آرگنائزڈ سیکٹر میں ان کی شناخت کی جانی چاہیے۔ بنر جی نے سائنس اور سائنسی ریسرچ کے میدان میں خواتین کے کردار پر بات کی اور کہا کہ شاید ہی کوئی پیٹینٹ خواتین کے نام پر درج ہے۔

خلاصہ تحقیق

درج بالا تحقیق سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ فقہاء میں سے شافعی اور حنبلی فقہا تو مطلقاً عورت کو منصب علماء پر فائز کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور قاضی کے لیے مرد ہونے کی بنیادی شرط عائد کرتے ہیں، البتہ حنفی فقہ جو کہ برصغیر میں عام طور پر نافذ ہے، اس سلسلے میں سب سے زیادہ گنجائش مہیا کرتی ہے اور عورت کو کچھ حدود و قیود کے ساتھ قاضی مقرر کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ عورتوں کی بطور منصف تقرری کا سوال آغاز اسلام کے بعد پہلی صدی ہجری کے اواخر اور دوسری صدی ہجری کے اوائل ہی میں سامنے آ گیا تھا۔ اس کی دلیل اس بات سے ملتی ہے کہ امام ابو حنیفہ جو 80 ہجری میں پیدا ہوئے ان کے دور میں یہ سوال کافی اہمیت اختیار کر چکا تھا کہ آیا ایک خاتون جج کے عہدہ پر تعینات ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس پر امام ابو حنیفہؒ نے اپنی اجتہادی رائے سے فتوی دیا کہ: قرآن و سنت کی روشنی میں عورت قاضی بن سکتی ہے اور انہوں نے اس کی اس تقرری کو شہادت کی اہمیت پر قیاس کیا۔ اور شہادت دینے کے لیے مرد ہونا شرط نہیں بلکہ عمومی طور پر عورت کی گواہی، سوائے چند ایک معاملات کے، قبول کی جاتی ہے۔ گویا حنفی فقہاء کے ہاں یہ بات تو طے ہے کہ عورت کو جج مقرر کیا جا سکتا ہے۔ جو بات مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ اس تقرری کی حدود کیا ہیں۔

یعنی اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ کیا عورت ہر طرح کے مقدمات سن سکتی ہے یا اس کے حق سماعت کی کچھ حدود و قیود ہیں۔ خاص طور پر یہ سوال کہ کیا عورت حدود و قصاص کے مقدمات کی سماعت کر سکتی ہے یا نہیں۔ حنفی فقہاء نے جس طرح عورت کی بطور جج تقرری کو شہادت کی اہمیت پر قیاس کیا تھا، اسی طرح عورت کے حدود و قصاص کے مقدمات میں قضاء کی اہلیت کو بھی اس پر قیاس کرتے ہوئے، اسے ان مقدمات کے سننے کے لیے معذور قرار دیا کہ چونکہ ایک عورت حدود و قصاص کے مقدمات میں گواہی نہیں دے سکتی اس لئے ان مقدمات میں وہ قضاء کی بھی اہل نہیں۔

اس بنیاد پر یہ سوال انتہائی اہمیت کا حامل تھا کہ موجودہ دور میں جہاں عورتیں کثرت سے ماتحت اور اعلی عدلیہ میں فائز ہو رہی ہیں تو کیا وہ ہر طرح کے مقدمات کا فیصلہ بغیر کسی شرعی قدغن کے کر سکتی ہیں؟ قذف والی آیات میں وہ آیات ہیں جن میں پاک دامن عورتوں پر بدکاری کا الزام لگانے والوں سے یہ کہا گیا ہے کہ جو لوگ یہ الزام لگائیں تو اس کے ثبوت میں چار گواہ لائیں

اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو ان میں سے ہر ایک کو اَسی، اَسی کوڑے مارو۔ آیات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دو مردوں اور ایک عورت کی گواہی کو تین گواہیاں ہی تسلیم کیا گیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ یہ آیات حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے اور چار گواہ نہ لا سکنے کے موقع پر نازل ہوئیں۔ ان آیات میں حد قذف بیان کی گئی ہے۔ انہی آیات کو بنیاد بناتے ہوئے علمائے کرام وفقہائے کرام نے کہا ہے کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ عورت حدود وقصاص کے معاملات میں بطور قاضی فرائض انجام نہیں دے سکتی۔ انہی آیات کی تفسیر اور احادیث کی تشریح کے دوران ایک پہلو جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ پر (نعوذ باللہ) جب یہ تہمت گئی تو سچے مومنین جنھوں نے اس بہتان طرازی میں حصہ لے لیا ان میں دو مرد اور ایک عورت شامل تھے۔ ان تینوں کو اس جھوٹ پر، قرآن مجید میں نازل ہونے والے حکم کی تعمیل میں اَسّی اَسّی کوڑے لگائے گئے۔ یہاں یہ بات توجہ طلب اور نتیجہ خیز ہے کہ اگر بعد میں عورت کی گواہی قابل قبول نہ ہوتی اور دو عورتوں ہی کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی تو نبی اکرم ﷺ حضرت حمنی بنت جحشؓ جو کہ ام المومنین حضرت زینبؓ کی بہن بھی ہیں ان کی اکیلی گواہی کو قبول نہ کرتے اور دو عورتوں کی گواہی طلب کرتے اور اسی طرح ان کی گواہی کو دو کرتے ہوئے انہیں حد قذف میں سزا بھی نہ دیتے۔ لہذا حضرت حمنیؓ کی اس جھوٹی گواہی کو نہ صرف تسلیم کرنا بلکہ اس پر حد کا نفاذ بھی کروانا ایک ایسا فیصلہ ہے جو موجودہ دور کے فقہاء اور علماء کو عصری تقاضوں کے مطابق اجتہاد کرنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔

دوسری آیات جن کا اس مقالہ میں تفسیر کی روشنی میں خلاصہ پیش کیا گیا ہے وہ آیات لعان ہیں جن میں میاں اور بیوی ہونے کے حوالے سے برابری کا قانون بیان کیا گیا ہے۔ یہ قانون بھی سورۃ النور کی آیات نمبر 6 تا 9 میں بیان ہوا ہے کہ جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں تو ہر ایک کی شہادت کہ چار بار قسم کھائے کہ بے شک وہ سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت اور عورت پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹی ہو تو اس پر اللہ کا غضب ہو۔ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں شہادت میں آسانی کے اصول دیتے ہوئے ایک عورت کا نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا، مستوجب یہ فعل کا اقرار کرنا، آپؐ کا اسے واپس کرنا اس کے بعد اس کا دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ اور پھر چوتھی مرتبہ آنا اور نبی اکرم ﷺ کا اسے رجم کا حکم دے دینا۔ اس کے حمل کا علم ہونے پر وضع حمل کی مہلت دے

دینا۔ بچے کی پیدائش کے بعد اسے دودھ چھڑانے ہیں مہلت دینا۔ اس کے بعد اسے اس کی اپنی گواہی پر سزا پر عملدرآمد کروا دینا۔ یہ تمام وہ احکام ہیں جنہیں موجودہ دور میں جدت پیدا کرنے،اسے موجودہ دور سے ہم آہنگ کرنے اور موجودہ دور کے مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کے لیے اہم ذریعہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ انہی آیات کی روشنی میں ایسے اجتہاد کی طرف بڑھایا جاسکتا ہے جس میں عورتوں کو مردوں کی طرح مختلف قسم کے مقدمات سے بشمول حدودوقصاص کے مقدمات میں بھی گواہی کے لیے،ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے گواہی کے لیے اہل قرار دیا جاسکتا ہے۔ پھر اسی حنفی اصول پر قیاس کرتے ہوئے جہاں یہ اصول وضع کیا گیا ہے کہ عورت کی قاضی بننے کی اہلیت اس کی گواہی دینے کی اہلیت پر مبنی ہے، خواتین، ججوں کو ایسے مقدمات کی سماعت کا اختیار دینے، جن میں اس وقت فقہ کی رو سے انہیں اختیار سماعت نہیں، جیسے حدودوقصاص کے مقدمات سے متعلق اجتہاد ایک منطقی نتیجہ ہوگا۔ اس صورتحال کی ایک مثال یہ ہے کہ موجودہ ملکی صورت حال کا بغور جائزہ لینے سے عملی طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ عام طور پر پاکستان میں حدود آرڈیننس کے تحت بیان کئے گئے جرائم بھی،ماسوائے زنا کے مقدمات کے، تعزیرات پاکستان کے تحت ہی دائر کئے جاتے ہیں اوراس کے تحت ان کی سماعت کی جاتی ہے۔ گویا فقہی حل موجود نہ ہونے کی وجہ سے عملی طور پر حدود کے اکثر مقدمات کو حیلہ اختیار کرتے ہوئے تعزیرات کے تحت دائر کیا جاتا ہے جو اس فقہی قدغن کو ختم کر دیتا ہے کہ حدود کے مقدمات میں عورت کی گواہی قبول نہیں یا حدود کے مقدمات خاتون جج سن نہیں سکتی۔ لہذا علماء اور فقہاء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ معاشرے کو شریعت کی روشنی میں مسائل کا ایسا حل تجویز کریں جو اس دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ بھی ہو اور شریعت کے اصولوں کی رعایت بھی رکھتا ہو۔

سفارشات

1. سماجی استحکام کے لیے خواتین ججز منصف کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔
2. خواتین منصف کے لیے خواتین کے مسائل کو سماعت کرنے کے لیے Community out- reach programرکھے جائیں۔

3. عدلیہ و قانون سے آگہی کے لیے خواتین کے لیے نصاب تعلیم میں مناسب منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے اور کورس کا حصہ بنایا جائے۔
4. سکولز، کالجز کی سطح پر لڑکیوں کی تعلیم کے دوران خصوصی Motivation کے ذریعہ قانون کی تعلیم کی طرف راغب کرنے کی ضرورت ہے۔
5. عائلی قوانین کی سماعت کے لیے خصوصا (بچوں اور خواتین کے متعلقہ) خاتون منصف کو مقرر کیا جائے تو مناسب رہے گا۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔ الرضوی، محمود احمد، **فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری**، مکتبہ رضوان، لاہور پاکستان، 1977ء، ص 177

Al-Riẓvī, Mahmood Ahmad, *Fayūẓ Al-Bārī fī Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Maktaba Riẓwān, Lahore Pakistan,1977, P 177

[2] ۔ محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين، ابن قیم، **اعلام الموقعین عن رب العالمین**، دار الھلال، بیروت، س-ن 1/ 18

Muḥammad ibn Abi Bakr ibn Ayyūb ibn S'ad Shams-ud-Dīn، Ibn Qayyim, *Iʿlām ulmwqʿīn ān rābbīlʿālāmīn*, Dār al-Hilāl - Beirūt, SN, 1/18

[3] ۔ ندوی، سید سلیمان، **سیرت عائشہ**، شاہد پبلیکیشنز، لاہور، 1920ء، ص 231

Nadvī, Syed Sulaīman, *Seerat Ayesha*, Sāhid publishers, Lahore, 1920, P 231

[4] ۔ سورۃ النساء:58

Sūrah al-nisā : 58

[5] ۔ مبارکپوری، صفی الرحمان، مولانا، **الرحیق المختوم**، المکتبہ السلفیہ، لاہور 2003ء، ص 467

Mubārakpūrī, Safīur Rahmān, Maulana, *Al Raheeq Al Makhtoūm*, Al-Maktaba al-Salafīya, Lahore, 2003, p 467

[6] ۔ طالب ہاشمی، **تذکار صحابیات**، طبع المطبع العربیہ لاہور، 1980ء، ص 82

Tālib Hāshmī, *Tazkār Ṣaḥābiyāt*, al-Matab al-Arabīya Lahore,1980 , p 82

[7] ۔ ابن رشد، محمد بن احمد، ابو الولید، **بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد**، دار الحدیث، القاہرہ، 1425ھ 2/ 272

Ibn Rūshd, Muhammad Ibn Ahmad, Abū Al-Walīd, *Badāiyet al-Mujtahid w Nahāyūt al-Mūqtasad*, Dār al-ḥadith, alqāhīra, 1425, 2/272

[8] ۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**، دار الجیل بیروت، لبنان 1994ء، 4/ 1863

Ibn Abd al-Bar, Abū Umar Yusūf bin Abdullah, *Al-Iṣti'āb fī Ma'rifah al-Aṣḥāb*, Dār al-Jīl, Beirūt, 1994, 4/1863

[9] ۔ طالب ہاشمی، **تذکار صحابیات**، ص 82

Tālib Hāshmī, *Tazkār Ṣaḥābiyāt*, p 82

[10] ۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسری وقیصر، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، 2000ء، حدیث 4163

Bukhārī, Muḥammad bin Ismā’el, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Dār ut alsalām lilnashr waltawzīe, al-Riyādh 2000, Ḥadīth, 4163

[11] ۔ الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب، **المعجم الکبیر**، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، س ن، 24/311

Al-Tabrānī, Abul Qāsim Sulaimān ibn Ahmad ibn Ayyūb, *Al-Mu'jam al-Kabeer*, School of Ibn Taymiyyah, Alqāhīra. SN, 24/311

[12] ۔ محمد بن احمد بن علی، **جواہر العقود ومعین القضاۃ والموقعین والشہود**، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان 1996ء، 1/337

Muhammad bin Ahmad bin Alī, *Jawāhar al-Aqūd w Moeen al-Qaẓāa, Mūqaīn al-Shahīd*, Dār al-Kitāb al-Alamiya, Beirūt, Lubnān.1996 , p 1/337

[13] ۔ عابدہ علی، پروفیسر، **عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں**، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، س ن، ص 367

Abida Ali, Professor, *Aūrat Qūra’n -o- Sūnnah and Tārīkh*, Islamic Publications, Lahore, p367

[14] ۔ العینی، بدر الدین، محمود بن احمد، **البنایہ شرح الھدایہ**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان 2000ء، 9/46

Al-Ainī, Badr al-Dīn, Mahmud bin Ahmad, *Al-Bannāyah Sharḥ al-Hidāya*, Dār al-Kūtūb al-ilmiya, Beirūt, Lubnān, 2000 , 9/46

[15] ۔ سورہ الکہف: 49

Sūrah Al-Kahf: 49

[16] ۔ سورہ النساء: 58

Sūrah al-nisā: 58

[17] - https://www.sindhhighcourt.gov.pk/urdu_beta/introduction.php

[18] - www.tandfonline.com/eprint/IRDdgkax6ge2uzndrR/

[19] - www.supremecourt.gov.pk